ماخذ تحقیقی مجلّہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

OPEN ACCESS

زیبا گلزار
لیکچرار، شعبۂ اُردو، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

عابدہ ہما
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، سندھ یونی ورسٹی جام شورو

ڈاکٹر طاہر عباس طیب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

معاصر اُردو نظم میں ماحولیاتی اور موسمیاتی تغیرات: تخلیقی بیانیہ

Ms. Zaiba Gulzar*
Lecturer, Department of Urdu, The University of Lahore, Lahore.
Abida Huma
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sindh Jamshoro.
Dr. Tahir Abbas Tayib
Assistant Professor, Department of Urdu, GC Women University, Sialkot.
***Corresponding Author:**

Environmental and Climatic Changes in Contemporary Urdu Poetry: A Creative Narrative

This study explores the representation of environmental and climatic changes in contemporary Urdu poetry, examining how poets respond creatively to the global ecological crisis. Through a close reading of selected modern poems, the paper investigates how Urdu poets engage with themes such as climate disruption, environmental degradation, deforestation, pollution, and the loss of natural harmony. The research highlights how poetic imagination transforms environmental concerns into powerful metaphors of human alienation, moral decay, and the fractured relationship between man and nature. It also emphasizes the role of Urdu poetry as a creative

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

and ethical medium that not only reflects ecological anxieties but also advocates for environmental awareness and sustainability. The study situates these poetic expressions within the broader framework of eco-criticism and environmental humanities, revealing how Urdu poets merge aesthetics with activism to construct a compelling ecological consciousness in contemporary literature.

Key Words: *Urdu poetry, environmental change, climate crisis, eco-criticism, nature, ecology, sustainability, contemporary literature, creative narrative, environmental awareness.*

انسان کا ماحول اُس کے گرد و پیش کی جاندار اور بے جان اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے جو اس کی زندگی پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہیں۔ ماحول کا انسان سے گہرا تعلق ہے۔ **ماحولیات (Ecology)** حیاتیات کی وہ شاخ ہے جو جانداروں اور ان کے ماحول کے مابین تعلقات، باہمی اثرات اور ان کے نتائج کا سائنسی مطالعہ کرتی ہے۔ یہ علم اُن بنیادی عوامل کا جائزہ لیتا ہے جو نہ صرف انسان بلکہ تمام جانداروں کی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ گزشتہ چند دہائیوں میں آبادی میں غیر معمولی اضافہ، صنعت و حرفت میں تیز رفتار ترقی اور قدرتی وسائل کے غیر محتاط استعمال نے متعدد ماحولیاتی مسائل کو جنم دیا ہے۔ ان چیلنجز نے نہ صرف عام افراد بلکہ ماحولیاتی شعور رکھنے والے ماہرین، اداروں اور عالمی تنظیموں کو شدید تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔

ادب کا تعلق براہِ راست انسان اور اس کی زندگی سے ہے اور زندگی کی عکاسی ادب کی بنیادی خصوصیت ہے۔ ادب اپنے گرد و پیش سے لا تعلق نہیں رہ سکتا، بلکہ وہ اپنے عہد کے سیاسی، سماجی، معاشرتی اور ماحولیاتی حالات و اقدار کا آئینہ دار ہے۔ ماحولیات اور موسمی تغیرات جیسے نئے اور پیچیدہ مسائل پر جہاں عالمی ادارے اور تنظیمیں سر گرمِ عمل ہیں، وہیں ادباء نے بھی ان موضوعات کو سنجیدگی سے برتا ہے۔ دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو ادب بھی اس نئے فکری ڈسکورس سے ناواقف نہیں، بلکہ اس نے ماحولیاتی شعور کے اظہار کے لیے نئے اسالیب اور تخلیقی جہات کو وسعت سے اپنایا ہے۔

شاعری اصنافِ سخن میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ آزادی کے بعد اُردو شاعری میں فکری و اسلوبی تبدیلیاں آئیں، جنہوں نے اسے عصری مسائل، داخلی کرب، وجودی بحران اور شناخت جیسے موضوعات سے آشنا کیا۔ آج غزل ہو یا نظم، ہر صنف میں زمانۂ حال کے موضوعات کو سمیٹنے کی صلاحیت ہے۔ انہی موضوعات میں ماحولیاتی اور موسمیاتی تغیرات بھی شامل ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہ نسبتاً نیا موضوع ہے، لیکن اس کی جھلک ہمیں غالب جیسے کلاسیکی شاعر کے ہاں بھی ملتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

غارت گرِ ناموس نہ ہو گر ہوسِ زر   کیوں شاہدِ گل باغ سے بازار میں آوے؟ (۱)

ادب کی دیگر اصناف کی طرح اردو شاعری نے بھی بدلتے ہوئے زمانے اور رجحانات کے ساتھ کروٹ لی ہے۔ اور جہاں اظہار و اسالیب کے نئے پیرائے ایجاد کیے ہیں وہیں جدید موضوعات اور معاصر مسائل کو بھی جگہ دی ہے۔ معاصر نظم کا بدلا ہوا لہجہ ،رنگ و آہنگ اور اسلوب اس امر پر دال ہے کہ آج کی اردو نظم زندگی کی کسی بھی جہت پر کہی جاسکتی ہے۔ یوں جدید شعراء نے ماحولیات کے موضوع کو بھی ایک نئی معنویت کے ساتھ برتا ہے۔ جدید شعراء نے بطور خاص اس موضوع کو اپنی شاعری میں سمویا ہے جو نہ صرف اس ابتری کو سامنے لاتا ہے بلکہ خوبصورتی کے بگاڑ میں شامل عناصر پر بھی کڑی نگاہ ڈالی گئی ہے۔ ان شعراء میں مجید امجد ،وزیر آغا، تبسم کاشمیری، جاوید شاہین، نصیر احمد ناصر، کشور ناہید، انیس ناگی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔

موسمی تغیرات کے در حقیقت دو محرکات ہیں ایک تو انسان ساختہ اور دوسرا فطری بدلاؤ جو وقت کے ساتھ آتا رہتا ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں اُن شعراء کی شاعری کو سامنے رکھتے ہوئے تجزیہ کیا گیا ہے جن کے ہاں ماحولیاتی اور موسمیاتی تغیرات ایک تخلیقی مکالمے کی فکری تشکیل میں معاون ہیں۔ وزیر آغا نظم ''ماں'' میں درختوں سے دوری اور کٹاؤ کو جاہلیت قرار دیتے ہیں۔ انیس ناگی کی نظم ''زرد آسمان'' ماحول میں بگاڑ کی نشاندہی ہے۔ رفیق سندیلوی کی نظم '' تندور والا''، حسین عابد کی نظم ''جنگ'' میں شدت سے گلوبل وارمنگ جیسے ماحولیاتی مسائل کے اشارے ملتے ہیں۔ جاوید شاہین اپنی نظم ''پانی، درخت اور پرندے'' میں پرندوں کی ہجرت کو استعاراتی روپ میں واضح کرتے ہیں تو نصیر احمد ناصر کے دل اور نظموں میں فطرت سے پیار کا ایک الگ گوشہ موجود ہے۔ امجد اسلام امجد کی نظم ''مجھے اپنے جینے کا حق چاہیے''، اشرف جاوید ملک نظم '' کل جب درخت نہ ہوں گے'' میں درختوں کی غیر موجودگی کے کل کی بھیانک تصویر دکھاتے ہیں۔ انور مسعود نے مزاحیہ انداز میں شہر لاہور میں خاص طور پر گرد و غبار سے بھری فضا کی جانب اشارہ کیا ہے۔ عذرا نقوی کی نظم ''خواب جنگل'' میں گرد آلود فضا اور جنگلات کے کٹاؤ پر احتجاج ہے۔ اور اس حوالے سے کی گئی تخلیقات ماحولیاتی ادب کے زمرے میں آتی ہیں۔ پرندوں، جانوروں اور فطرت کا ذکر کرنا تو ایک طرف اس میں پیش آنے والے مسائل جو کہ ماحولیاتی آلودگی سے جنم لے رہے ہیں اور ایکو سسٹم کو تباہ کر رہے ہیں کی جانب بھی اشارہ اور اس کے محرکات کا بیان بہت خوبی سے ہے۔ جدید نظم میں جہاں کئی شعراء کے ہاں یہ رجحان ملتا ہے لیکن مجید امجد کو اس ضمن میں اوّلیت حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی نظم '' توسیعِ شہر'' میں بڑھتی ہوئی شہری ترقی اور درختوں کے کٹاؤ کا نوحہ بہت خوبی سے بیان کیا ہے۔ دراصل شاعر کے نزدیک درخت

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07
ماخذ تحقیقی مجلہ

،انسان اور فطرت سے ہمکلام ہونے کا ایک روپ ہیں جب اس کے سامنے یہ راستہ بھی بند ہو جاتا ہے تو وہ نوحہ کناں ہے۔

گری دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار   کٹتے ہیکل جھڑتے پنجر چھٹتے برگ وبار
سہمی دھوپ کے زرد کفن میں لاشوں کے انبار   آج کھڑا میں سوچتا ہوں اس گاتی نہر کے دوار
اس مقتل میں صرف اک میری سوچ لہکتی ڈال   مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک اے آدم کی آل [۲]

مجید امجد کے ہاں کوئی سیاسی نعرے بازی یا کھوکھلے دعوے نہیں بلکہ فطری حیثیت ہمیشہ اہمیت کی حامل رہتی ہے۔ اور یہی اسلوب انہیں دوسرے شعراء سے معتبر بناتا ہے جس میں علامتیت ہوتے ہوئے بھی کہیں ابہام کی گنجائش نہیں اور مکمل طور پر ابلاغ ہو پاتا ہے۔ نظم نگاری میں مجید امجد کا ایک خاص اسلوب ہے، موسمی تغیرات کے متعلق لکھتے ہوئے بھی ان کے ہاں درد مندی اور ایک خوبصورت سا احساس پیدا ہوتا ہے جو کم از کم پڑھنے والے کو محسوس ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اسی کے پس منظر میں موسیقیت اور غنائیت ان کی شاعری سے کہیں بھی کم نہیں ہوتی وہ اس کے ساتھ ساتھ سفر کرتے اور مدارج طے کرتے نظر آتے ہیں۔بقول اظہر جاوید:

> " نئی نئی ترکیبوں میں ترنم اور آہنگ بھرنے کا سلیقہ جیسے اسے آتا تھا اس دور کے کسی بھی شاعر کو کم نصیب ہو گا۔"[۳]

غلام محمد قاصر کی نظم درختوں کے سبزے اور زمین سے جڑے ان کے حسن سے متعلق ہے لیکن اب انسان نے کیسے اس فطری حسن کو اپنی نام نہاد ترقی کی بھینٹ چڑھایا ہے، فضاؤں میں، پانیوں میں زہر گھولا ہے اس کا پُر درد اظہار نظم میں نظر آتا ہے۔اور وہ اس تباہی و تبدیلی کا مداوا کر کے اس جہانِ زندگانی میں رنگ بھرنا چاہتے ہیں مگر اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

درختوں کی کمی سے آگئی ہے دھوپ میں شدت
فضا کا مہرباں ہالہ پگھلتا جا رہا ہے
آسماں تانبے میں ڈھلتا جا رہا ہے
اس لیے بے مہر موسم اب ستاتے ہیں
دھوئیں کے، گرد کے، آلودگی کے، شور کے موسم [۴]

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

مذکورہ نظم بلیغ انداز میں اس ساری تبدیلی کی جانب اشارہ ہے کہ سبز درختوں کی موجودگی سے حالات بہتر تھے لیکن اب موسمی تغیر سے وقت ہی بدلتا جا رہا ہے۔ آب وہوا میں تبدیلی فضا کو فرحت بخش بنانے کے برعکس اس میں گھٹن پیدا کر رہی ہے اور زندگی کا پیغام زمینیں بھی بیماریوں کی زد میں ہیں جن کا مداوا تو اب ممکن نہیں ہے۔

انسان کی خود غرضی، اس کے مسلسل آگے بڑھنے اور فطرت کو اپنے زیرِ تسلط لانے کے خبط نے اسے ایک درندے کی حد تک ماحول میں بگاڑ پیدا کرنے کی نہج پر لا کھڑا کیا ہے۔ جدید معاشرہ عجب تنہائی اور کسمپرسی کا شکار ہے کہ انسان کو اپنے مطلب کے لیے بس فطرت کو تباہ کرنا ہی ہے لیکن وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر رہا ہے کہ فطری توازن میں بگاڑ سے اس کی بھی بقاء ممکن نہیں ہے۔ بقول ڈاکٹر صوفیہ یوسف:

> " انسان کو یہ یاد نہیں کہ زمین پر خوب صورت زندگی کی ضمانت Eco balance ہے جسے وہ مسلسل تباہ کر تا جا رہے اور یہ تباہی ایک دن نسل انسانی کے خاتمے کا سبب بنے گی۔ "(۵)

اردو نظم میں موسمیاتی تبدیلی و تغیر کی ظاہری صورت کے ساتھ باطنی پیش کش کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے اس دور میں انسان کی زندگی پُر آسائش تو ہے لیکن اس سے زیادہ جکڑی اور گھٹن زدہ ہے۔ اس حوالے سے ضیاء جالندھری کی نظم "بڑا شہر" خاصے کی چیز ہے۔ جس میں شاعر کی باریک بینی اور تہہ دار نگاہ سمندر کی بھیگی ہوا سے بھی ہمکلام ہو کر ان سے گھٹن کا سبب دریافت کرتی ہے۔ اب تک کی گئی تحقیق سے یہ نکتہ بھی سامنے آیا ہے کہ اردو ادب میں تخلیقی حوالے سے کام تو ہوا ہے مگر ابھی تنقیدی لحاظ سے تشنگی برقرار ہے۔ تمام اصناف کی طرح موسمیاتی تغیر کی نشاندہی بھی سب سے پہلے اردو نثر کے بجائے شاعری ہی میں نظر آتی ہے اور جدید نظم کا تو یہ ایک اہم اور حساس موضوع ہے۔ انور مسعود نے بھی اسے کئی طرح سے بیان کیا ہے ان کا طنزیہ اور مزاحیہ لہجہ اس بیانیہ کو مزید وسعت دیتا ہے۔

ہم اپنی بے قرینہ کاوشوں سے   خود اپنی راہ میں حائل ہو گئے ہیں
ہمیں قدرت نے بخشے جو وسائل   مسائل در مسائل ہو گئے ہیں (۶)

ساقی فاروقی کی نظموں میں یہ فکری مکالمہ ایک حساس ذہن کی پیداوار ہے۔ علامتی انداز میں انہوں نے اپنی کئی نظموں میں بے ضرر سانس لیتی ہوئی مخلوقات کو جینے سے محروم کر دینے والی انسانی بربریت کو نشانہ بنایا ہے۔ ان کی نظم " امانت " میں ایک ایسی تتلی کی زندگی ختم کرنے کا المیہ ہے جس کے پروں کو جلایا جاتا ہے، اذیت دی

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

جاتی ہے۔ تتلی اور اس کا کیا جانا والا استحصال در حقیقت ان تمام مخلوقات کا استعارہ ہے جو بنی آدم کے رحم و کرم پر ہیں۔

اک قصبے کے / اک سکول میں / اک لڑکے نے
تھکی ہوئی اک تتلی پکڑی تھی
اس لڑکے نے میز کے اوپر / پیپر ویٹ کے نیچے رکھ کر
اُس کے پر ماچس سے جلائے / اور اُس کا دھڑ / پنسل کاٹنے والے چاقو سے
دو حصوں میں بانٹ دیا تھا / وہ لڑکا تو چلا گیا / پر تیس برس سے
اُس کا گندہ چاقو میرے پاس ہے / اور چاقو پر
اُس مٹیالے پیلے خون کے دھبے سے اُلجھن ہے
اور زباں پر ایک کسیلا پن ہے / اتنی تھکن ہے / نیند سے پاگل ہوں(۷)

وزیر آغا پاکستانی جدید نظم نگاروں میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ ان کی نظموں سے اس ساری صورتِ احوال کی جانب نہ صرف توجہ مبذول ہوتی ہے بلکہ وہ خوشبوؤں کے ختم ہوتے احساس کو لے کر ارد گرد کی پھیلتی بد صورتی کے مشاہدے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ تو کہیں خشک ندیوں، بانجھ زمینوں، زرد پتوں کے ریت میں روندے جانے پر غمگین ہوتے ہیں۔

یہاں۔۔۔خشک ندیوں کی سُوکھی زبانیں
بجھی بانجھ دھرتی کی چھاتی سے چمٹی ہوئی ہیں
برہنہ درختوں کے نیچے
ہزاروں کی تعداد میں سُوکھے پتے
اندھیرے کی ننگی نگاہوں سے ڈر کر
عجب بے بسی سے
خنک ریت کی میلی چادر پہ اوندھے پڑے ہیں!(۸)

جدید انسان کا بڑا مسئلہ صاف پانی کی فراہمی، کوڑا کرکٹ کا ناقص انتظام ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا اپنی نظموں میں درختوں کو ماں کے روپ میں دیکھتے ہیں ان کے کٹاؤ کی وجہ سے ماحول میں سایہ کم ہونے یا چھن جانے کی وجہ سے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

ایک خاصا بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ وہ شاعر کے نزدیک یوں ہی جیسے ایک بچے سے ماں کا رحمت و شفقت بھرا سایہ چھن جائے۔

اور پھر ایک دن
اک بگولہ اٹھا
پیڑ جڑ سے اکھڑ کر پرے جا پڑا
اور چھتنار کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے سارے پنچھی
بھیانک سی چیخوں کے کہران میں اڑ پڑے۔۔۔ آسماں کی طرف پھر بکھرتے گئے چار سو(۹)

جدید اردو نظم کا ایک اہم نام شمیم آفتاب ہیں ان کے ہاں بہت معنی خیز انداز سے یہ بیان ہے کہ لوگ اچھے بھلے درختوں کو کاٹ کر اس کی کھڑکیاں، دروازے بنا لیتے ہیں جو کہ چند عشرے ہی نکال پاتے ہیں لیکن اس سے ماحول کو ناقابلِ تلافی نقصان ضرور پہنچتا ہے۔ جس کی طرف شاید ہی ان کا ذہن منتقل ہوتا ہو۔

یہ بستی کیسی بستی ہے!
جہاں پر لوگ اچھے نام کی شیشم سے
دروازے، دریچے، اور دہلیزیں بناتے ہیں
جنہیں لمحوں کی دیمک چاٹ جاتی ہے(۱۰)

ان کی کئی نظموں میں فطرت کی عکاسی تو ہے ہی اس کے ساتھ ساتھ شاعر فطرت کو لاحق خطرات کے متعلق بڑی وضاحت و صراحت سے دلائل و مسائل کو پیش کرتے ہیں اور اپنے شہر میں فطری خوبصورتی برقرار رہنے کے لیے دعا گو ہیں جہاں ان کا علامتی انداز عصری جبر کو بھی کامیابی سے واضح کر جاتا ہے۔

اے خدا عمریں دے
ایسے پیوند لگے پیڑوں کو
جن کی کم وقت نہادوں سے ابھی پھوٹی نہیں
وہ اکائی کی تروات جو نئی ٹہنی کو
جورِ موسم سے نمٹنے کی سکت دیتی ہے(۱۱)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

ذیشان ساحل کی نظموں میں بھی ماحولیاتی عناصر کی بازگشت بہت وضاحت و صراحت سے ہے۔ وہ اس میں متفکرانہ رویے اور یادداشت کے عادی ہیں۔ ان کا یہی انداز کافی حد تک اس فکر کو سامنے لاتا ہے۔ انہوں نے اپنے مجموعۂ کلام "ایرینا" کی ابتداء میں یہ اظہارِ خیال بھی کیا ہے کہ فطری عناصر سے انہیں گہری دلچسپی ہے اور وہ پرندوں، پھولوں، بادلوں، آسمان اور نیلے پانی کو بڑی چاہ سے دیکھتے ہیں۔ ذیشان ساحل کی نظم "تمہاری دیوار" میں ترقی یافتہ دور میں فطری نظام کس حد تک متاثر ہو رہا ہے کی ایک جھلک ملتی ہے۔

جہاں پہلے گھاس پر
اوس چمکتی تھی
اب کائی جم جاتی ہے
جہاں سے پھولوں کی بیل اوپر جاتی تھی
اب دیمک نیچے آ رہی ہے
نیچے اب ایک شہر بن گیا ہے
میرے تو پیر رکھنے کے لیے بھی
جگہ نہیں (۱۲)

جدید دور میں شعراء محض اس آلودگی اور تغیر کا اظہار کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس تبدیلی کی سائنسی توجیہات بھی پیش کرتے ہیں۔ ذیشان ساحل نے زمینی کثافت اور ماحول کی خرابی کے سبب ہونے والی تیزابی بارشوں کی جانب بھی توجہ کروائی ہے کہ کیسے یہ بارشیں کھیتوں کھلیانوں ہر شے کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ایسے کیمیکلز سے پانی کا ذائقہ بدل جاتا ہے اور جو بیر بوٹیاں اگتی ہیں زہریلا پن لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ تو ساتھ ہی ساتھ درختوں کے بے جا کٹاؤ کو بھی طنز و نشتریت کا نشانہ بناتے ہیں۔

ہم ایک ایسا درخت ہیں
جسے آپ کاٹ تو سکتے ہیں
مگر لگا نہیں سکتے
ہم اس درخت کے
کاٹے جانے کا افسوس

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

ہم اس درخت میں
میں پھوٹنے والوی کونپلوں
کی خوشی
ہم اس درخت کا سایہ۔۔۔
اور ہم اس کی لکڑی سے بنی ہوئی
ایک کشتی ہیں (۱۳)

معاصر نظم میں نئے تکنیکی و فنی تجربات تو کوئی انوکھا واقعہ نہیں۔ یہاں تجریدیت، تمثالیت اور کئی نو کے تجربات ہو چکے ہیں سو شعراء ان عناصر سے اپنی شاعری کو ایک نیا رنگ و آہنگ دینے کی سعی دیتے ہیں۔ ذیشان ساحل کی نظموں میں بھی فطرت اور حیاتیات کے لیے ایک نرم گوشہ موجود ہے اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کو محفوظ کیا جائے اور ماحول میں اتنا بگاڑ نہ ہو کہ ان کا جینا ہی دو بھر ہو جائے۔ اسی لیے کبھی کبھار ان کا لہجہ طنزیہ بھی ہو جاتا ہے۔

کبوتروں کو گئے ہوئے بہت ہو گئے
اور ہلکی بھاری توپوں کی آوازوں سے
کبوتروں کو ڈرے ہوئے
پھولوں اور پانی پر سے کبوتروں کو گزرے
کبوتروں کو بے خوفی سے ہمارے کاندھوں پر بیٹھے
اور تمھیں دیکھے ہوئے بہت دن ہو گئے (۱۴)

علاوہ ازیں ذی شان ساحل کی کئی نظموں میں ماحول میں آتے ہوئے توازن کے بگاڑ اور اس تبدیلی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ باور کرایا گیا ہے کہ اگر بر وقت اس کا حل نہ کیا گیا تو اس کے نتائج بہت سنگین ہوں گے۔ ان کی نظموں میں موسمیاتی تغیر اور اس سے منسلک دیگر مسائل کی عکاسی بڑے جاندار انداز میں پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں درختوں کے کٹاؤ اور پھر جانوروں کی کم ہوتی تعداد کے حوالے جابجا موجود ہیں۔ اور یہ بھی کہ انسان کتنا بے حس ہو چکا ہے کہ اس کی آسائش و سکون فطری عناصر کی تباہی میں مضمر ہو چکی ہے۔ نظم "خرگوش کا سوپ" اسی زمینی حقیقت اور المیے کو سامنے لے کر آتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلّہ

ہوٹل کے صحن میں
کٹا ہوا درخت اور درخت کے نیچے
میز پر پیالے میں
گرم
خرگوش کا سوپ (۱۵)

معاصر نظم گو شعراء میں نصیر احمد ناصر ایک ایسا نام ہیں جن کے ہاں فطرت اور ماحول سے خاص لگاؤ دیکھنے میں آتا ہے اور وہ اس کی بربادی پر کڑھتے بھی ہیں اور فطری مظاہر سے بھی مکالمہ کرتے ہیں۔ ان کی زیرِ نگرانی نکلنے والے رسالہ تسطیر میں بھی کئی مقامات پر وہ اس آلودگی کو سامنے رکھتے ہوئے اظہارِ خیال کرتے ہیں اور لوگوں کو بہتری کی ترغیب دیتے ہیں۔ آلودگی جیسے مسئلے کو بڑے درد مند اور مؤثر پیرائے میں زباں دی گئی ہے کہ لوگ کیسے ارد گرد کے قدرتی وسائل کو خطرات سے دوچار ہوتا دیکھ رہے ہیں مگر اس کے باوجود انہیں کوئی احساس نہیں ہے۔

ذائقوں کے سارے دریا خشک ہیں
ہانڈیوں میں ریت ابلتی ہے
سنا ہے، بستیوں میں
ہجرتوں کا جبر اترا ہے
پرندے گھونسلوں کو چھوڑ کر جانے لگے ہیں (۱۶)

نصیر احمد ناصر کی شاعری میں حیاتیاتی مسائل اور دریاؤں کی خشکی کے مدعے کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کی نظم "ایک پرندہ" کے نام سے قابلِ ذکر ہے۔ جس میں آج کے گھٹن زدہ دور میں حسنِ فطرت اور فضا سے محروم انسان کی پرندوں کی چہچہاہٹ اور درختوں پتوں کی خوبصورتی جیسی نعمتوں سے تہی دامنی کا بیان ہے۔

پرندے آ
مرے ہونٹوں کی شاخوں پر
مرے الفاظ پیلے ہو چکے ہیں
آ، انہیں شاداب ہونے کی بشارت دے (۱۷)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

علاوہ ازیں وہ بادلوں کے بدلے ہوئے رنگ پر بھی غور و خوض کرتے ہیں اور اس کے شانہ بشانہ یہ آدرش اور خواہش بھی ملتی ہے کہ اب جو دریا ہے اس کو ثبات اور دوام ہے وہ کبھی بھی کم نہیں ہو گا۔ اور اسی سے باقی حیاتیات بھی اس میں پنپتی رہیں گی۔

دریا بہتا رہے گا
اپنی رو میں، روانیوں میں
ملاحوں کے گیتوں میں، پانیوں میں
شاعری میں
اور کہانیوں میں۔۔۔![۱۸]

نصیر احمد ناصر کی شاعری میں موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے سائنسی نقطۂ نظر ملتا ہے کہ انسان اپنی ضروریات اور مقاصد کے تحت زمین سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس کو بنجر کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتا۔ حالاں کہ اس کی جسمانی نشوونما اور روز مرہ غذا بھی اسی مٹی سے وابستہ ہے۔ لیکن وہ ایک ٹکڑے سے کیمیکلز اور کھادوں کے استعمال سے وقت سے پہلے اسے ناکارہ بنا دیتا ہے۔

ایک زمین کے ٹکڑے سے بھی
کیا کچھ حاصل ہو سکتا ہے؟
گندم، چاول، دال، کماد
سبزی، پتے، ساگ، سلاد
چوکر، بھوسہ، چارا، کھاد[۱۹]

نصیر صاحب کی آواز سب شعراء سے جاندار اور الگ تھلگ ہے، وہ بادلوں کے نہ آنے، اوزون کی تباہی، گرین ہاؤس ایفیکیٹ جیسے سائنسی مسائل پر بھی بڑے بلیغ انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے اس المیے کو شاعری کا موضوع بناتے ہیں۔ ان کی نظم "بارشیں کیسے لائیں" اسی امر کو سامنے لاتی ہے۔

جھیلیں ہو گئیں خالی
سوکھے جنگل، بیلے
پنچھی، ڈھور، درندے

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07
ماخذ تحقیقی مجلہ

تتلیاں، سانپ، مکوڑے
انسان، زندہ، ڈھانچے
بنجر خواب سرائیں
بارشیں کیسے لائیں [۲۰]

نئے مکانات کی تعمیر میں جس قدر بے دردی و بے رحمی سے فطری استحصال کیا جاتا ہے۔ درخت چاہے سایہ دار ہوں یا پھر پھل دار ان کو اپنی تعمیرات کے نقشہ جات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ نظم "انھیں مت بتانا" جنگلات کے کٹاؤ کے المیاتی تصور کو سامنے لاتی ہے۔ یہ سیدھے سادے انداز میں نہایت با معنی اور مؤثر نظم ہے۔

ابھی میں نے دیکھا
جو سب سے بڑا تھا
وہی پیڑ کاٹا گیا ہے
کسی گھر کی لابی سجانے
ٹریلر میں لاد کر نہ جانے کہاں جا رہا تھا [۲۱]

نصیر احمد صاحب کی ایک اور نظم "ابد کے پرندو" اس حوالے سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اور صورتِ حال یہ ہے کہ اس ماحول اور فطرت دشمن فضا سے تنگ آکر پرندے انسانوں سے کہیں دور جا بسے ہیں کہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے اور شاعر پرندوں کی چہچہاہٹ کے لیے ترستا انہیں ندا دیتا ہے۔ وہ کہیں کہیں آئندہ آنے والے دور کی ہیبت ناکی کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں لیکن بہت سے گھروں اور علاقوں میں اب یہ محرومی نظر آتی ہے۔ شاعر پرندوں کی کمی اور اس گھر کی ویرانی کو سامنے لاتا ہے، اور ان کی چہچہاہٹ کے لیے ترستا ہے۔

ابد کے پرندو!
مرے پاس آؤ
مری چھت پہ بیٹھو
مری بالکونی میں چہکو
مرے ساتھ کھیلو
نہیں تو مجھے پاس اپنے بلا لو

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07
ماخذ تحقیقی مجلّہ

مجھے اپنے اجلے پروں کی، ابد خیز چھایا بنالو
مجھے اپنی کایا بنالو
تمہیں دیکھتے دیکھتے تھک گیا ہوں
میں اڑنے لگا ہوں!(۲۲)

تبسم کاشمیری کی نظم "لمحے لمحے کا اجنبی" میں ایک ایسے کردار ہے جو تلاشِ رزق میں نکلا ہے تو شہر کی آلودہ فضا کے باعث اس کا چہرہ دھندلا چکا ہے۔ تو بستی کے لوگ واپسی پر اسے اجنبیت کا احساس دلاتے ہیں کہ یہ وہ چہرہ تو نہیں جو صبح یہ گھر سے لے کر نکلا تھا۔ ان کی یہ نظم دھوئیں اور غبار میں شناخت کے مسئلہ کو بھی سامنے لاتی ہے کہ ایک شہری آلودگی کی فضا میں اپنی اصل شکل وصورت ہی کھو دبیٹھتا ہے۔

وہ کالی سڑکوں پہ گھومتا تھا
سیہ دھوئیں کو وہ پھانکتا تھا
وہ کانپتا تھا، وہ سوچتا تھا
کہ میرا چہرہ بدل گیا ہے
کبھی وہ ہاتھوں کو گھورتا تھا، کبھی وہ کپڑوں کو پھاڑتا تھا
کبھی وہ بالوں کو نوچتا تھا
شام گزری تو لمحے لمحے کا اجنبی اپنے گھر کو لوٹا
لوگ نکڑ پہ کچھ کھڑے تھے
کون ہو تم؟ وہ پوچھتے تھے
میں وہی ہوں جو صبح گزرا تھا اس گلی سے
نہیں نہیں وہ نہیں ہو وہ اور کوئی تھا۔ دوپہر کو بھی تم نہیں تھے
تمہارا چہرہ تو مختلف ہے(۲۳)

کشور ناہید منفرد مقام رکھنے والی شاعرہ، نثر نگار، ترجمہ نگار اور کالم نگار ہیں۔ وہ نسائی، تلخ حقیقتوں کی ترجمان تو ہیں ہی لیکن ان کی نظموں میں کہیں نہ کہیں موسمیاتی تغیرات اور ان کے بھیانک اثرات جس سے اگلی پوری نسل خائف ہے بھی سامنے آتے ہیں۔ نظم "پیدائش سے پہلے" میں ماحول کے باعث آنے والی بے چہرگی اور

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

قہرمانی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ وہ اپنے گرد چھائے ماحول میں نئی نسل کی پیدائش کا منظر بڑی خوبی سے پیش کرتی ہیں۔ در حقیقت نامولود کردار ایسے ماحول میں سانس لینا چاہتا ہے جس میں آلودگی نہ ہو بلکہ صاف اور شفاف فضا موجود ہو۔

میری پیدائش سے پہلے وعدہ کرو
مجھے اُس پانی کے قریب نہیں لے کر جاؤ گے
جو کھیتوں کے بجائے، گھروں میں پھیل جانے کو بڑھتا ہے
اس دھوپ کی پہچان نہیں کراؤ گے
جو قحط بن کر میرے جیسے آنگنوں کو بھوگ میں بدل دیتی ہے (۲۴)

رفیق سندیلوی کی نظم و نثر میں پرندوں، جانوروں اور حشرات الارض سے خاص قسم کی انسیت نظر آتی ہے۔ جاوید شاہین کی نظم "پانی، درخت اور پرندے" میں پرندوں کی زمین سے ہجرت کو موضوع بنایا گیا ہے لیکن انسان اس قدر محکوم و مجبور ہے کہ وہ پرندوں کی طرح ہجرت نہیں کر سکتا۔ اس میں ایسا مرکزی کردار ہے جو اس زمین پر آتا ہے جہاں پر پہلے پانی، جھرنے اور خوبصورت جگہیں تھیں لیکن پھر اس کی جگہ بنجر پن نے لے لی اس ضمن میں اس کا خیال اور قیاس بہت معنویت کا حامل ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ہجرت کر گئے ہوں؟
خدا نہ کرے
یہ تو دل ہلا دینے والا خیال ہے
ایک برا شگون
اگر یہ صحیح ہے
تو پھر یقیناً انھوں نے سوچا ہو گا
کہ جہاں دیکھتے ہی دیکھتے پانی غائب ہو گیا
درختوں کی پناہ گاہیں ویران پڑ گئیں (۲۵)

موسمیاتی ادب کا تخلیقی بیانیہ اردو فکشن میں بھی خاصہ فعال رہا ہے۔ فطرت اور امجد اسلام امجد کی شاعری کا رشتہ اٹوٹ ہے۔ ان کی نظم "مجھے اپنے جینے کا حق چاہیے" اس حوالے سے خاصی معنویت کی حامل ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07
ماخذ تحقیقی مجلہ

جس میں قدرتی وسائل کی ملاوٹ اور انسانی خود ساختہ موت کی تدبیر کی شدید مذمت کی گئی ہے اور انسان اپنے جینے کا بنیادی حق یعنی ہوا، پانی، فضا، سمندر، آسماں کی شفافیت طلب کرتا ہے۔ یہ ایک طرح سے احتجاجی بیانیہ بھی ہے۔

نہ ہوا صاف ہے نہ فضا صاف ہے
وہ جو آب بقا تھا وہ نا صاف ہے
زمیں ہو سمندر ہو یا آسماں
اک ذرا سوچیے اب کہ کیا صاف ہے
موت سے پر خطر ہے یہ آلودگی
دوستو دل میں تھوڑی کسک چاہیے
مجھے اپنے جینے کا حق چاہیے (۲۶)

اشرف جاوید ملک کی نظم "کل جب درخت نہ ہوں گے" بہت پُر اثر اور دردمند انداز میں لکھی گئی ہے جو اس کل کی تصویر کو سامنے لاتی ہے جب درخت، پرندے وغیرہ نہیں ہوں گے تو اس قدرتی ماحول کے بگاڑ کا انسانوں پر کس قدر منفی اثر پڑے گا۔

کل جب / درخت نہیں ہوں گے / تو / کچھ بھی نہ ہو گا
ویران سے / بارش کو ترسیں گے
ہر سو آگ کے شعلے ہوں گے
تب ہم پر / دھوئیں کا لک / اور کاربن کے اجزا برسیں گے
پہلے / جہاں ندی بہتی تھی / اب کے وہاں پر / خون کا دریا جاری ہے
کل جب درخت نہیں ہوں گے / ہم خوش بخت نہیں ہوں گے (۲۷)

عذرا نقوی کی نظم "خواب جنگل" جنگلات کے کٹاؤ کو بیان کرتی ہے، درختوں کے خاتمے پر نہ صرف ان کا لہجہ احتجاجی ہے بلکہ اس تباہی کا ایک نوحہ بھی ہے اور ان نام نہاد ترقی کے نام لیواؤں پر طنز و چوٹ بھی ہے جو اچھے بھلے قدرتی جنگل، کھیتوں، درختوں وغیرہ کو کاٹ کاٹ کر نئے نئے ترقیاتی منصوبہ جات کے نام پر ایکو سسٹم میں محض کثافت جمع کر رہے ہیں۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

شہر کی کثافت سے مضمحل سا سورج پھر
ایک اور نئے دن کی دھول لے کے آیا تھا
ٹی وی والے کمرے میں صبح کا خبر نامہ اطلاع دیتا تھا
ایک اور جنگل کو کاٹ کر نکالیں گے راستہ ترقی کا(۲۸)

اردو ادب میں ماحولیاتی تنقید کے نام سے ایک دبستان وجود میں آ چکا ہے۔ جس میں موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے زیادہ تر پانی اور اس کی سیلابی فطرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ چوں کہ عہدِ قدیم ہی سے پانی کی سیلابی اور تباہ کن فطرت مشہور رہی ہے جس سے یہ مشاہدے اور عبرت کا حامل رہا ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے پانی تخلیق کی بھی بنیاد ہے تاہم اس کے ساتھ ہی اس میں ہر شے کو مسمار کر دینے کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔ کوثر صدیقی کی نظم بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ جس کا عنوان "ندی کی فریاد" ہے۔ انہوں نے ندی کو تمثیلی انداز میں پیش کرتے ہوئے ایک کردار بنا کر اس کی فریاد سنائی ہے جو آبی آلودگی سے نالاں انسانوں کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔

دم گھٹ رہا ہے میرا بدبو ہے جان لیوا
گرتا ہے مجھ میں آ کے شہروں کا گندہ نالہ
پاکیزہ مجھ کو کر دو کر کے مری صفائی
پانی جو صاف ہو گا بیماری سے بچو گے
فریاد بے نوا کی سنتا نہیں ہے کوئی
سمجھے جو میرے دکھ کو ایسا نہیں ہے کوئی
اس گندگی سے لوگو جلدی مجھے نکالو
یہ نیک کام کر کے ماحول کو بچالو(۲۹)

مذکورہ نظموں کے تجزیے سے یہ واضح ہے کہ پاکستانی نظم نگاروں کے ہاں بھی یہ موسمیاتی تغیرات کافی وضاحت و صراحت سے پیش ہوئے ہیں۔ جدید اردو نظم میں ان تغیرات کے متعلق مکالمہ دراصل اس تبدیلی کے اسباب و محرکات کو بھی سامنے لاتا ہے۔ جنگلات کا کٹاؤ، زمینی آلودگی، بے موسمی بارشیں ان سب سے ایک عجب صورت پیدا ہو گئی ہے۔ زہرا نگاہ معاصر نظم نگاری کا منفرد نام ہیں۔ علامت، استعارے اور مزاحمتی عناصر کی ان

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07
ماخذ تحقیقی مجلہ

حامل ان کی شاعری میں بھی موسمیاتی تغیر کا شعور واضح طور پر جھلکتا ہے۔درج ذیل نظم نہ صرف عصری جبر کا اظہار یہ ہے بلکہ کڑے الفاظ میں ماحولیاتی تبدیلیوں پر چوٹ ہے۔

زمیں سے صرف برہنہ شجر نکلنے لگے
مسافرانِ وفا چھاؤں کو ترسنے لگے
ہوائے حرص نے پھولوں سے دوستی کر لی
تو تتلیوں پہ سجے رنگ سب اترنے لگے
درخت کاٹ دیئے، جھاڑیاں سلگنے لگیں
پرند عہدِ اسیری کو یاد کرنے لگے
ہر ایک راہِ تمنا تھی گرد آلودہ
یہ کیا ہوا کہ وہی لوگ رقص کرنے لگے (۳۰)

موسمیاتی اور ماحولیاتی تبدیلی کے متعلق جدید اردو نظم میں جو کام ہوا وہ اس امر کو سامنے لاتا ہے کہ صرف یہی مسئلہ نہیں بلکہ معاش،روزگار، جنگیں، تجارتی مصلحتیں سب ماحول کو ناقابلِ برداشت بنانے کی ذمہ دار ہیں۔انسان پرندوں سے بھی زیادہ بے بس ہو گیا ہے کہ وہ تو پھر اڑ کر ایک علاقے سے دوسرے میں اور بلندیوں پر جا کر صاف فضا تلاش کر پاتے ہیں لیکن انسان تجارتی اجارہ داروں اور حاکموں کے باعث وہیں رہنے پر مجبور ہے۔ایسی صورت میں اس سے قابلِ رحم کوئی شے نہیں۔یوں اردو شاعری میں یہ جدید مسائل ہی سے جڑا ہوا ایک مسئلہ ہے اور شعراء کے ہاں استعاراتی اظہار اسے مزید معنویت بخشتا ہے۔ماحول کو درپیش خطرات کا تخلیقی و موضوعی اظہار اردو شاعری کو نئی وسعتوں سے ہمکنار کرنے میں کافی حد تک معاون ہے۔شعراء نے نظموں میں اپنی تمام بصیرت اور حسیات کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا اظہار عمل میں لایا ہے کہ قارئین اس فضا میں نہ صرف محو ہو جاتے ہیں بلکہ آنے والے وقت کے مسائل سے بھی بھرپور آگہی حاصل کرتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس شاعری کو سامنے رکھتے ہوئے ماحول کو صاف اور متوازن رکھنے کی کوشش کی جائے تاکہ شعراء نے جن اندیشوں اور مسائل کی نشاندہی کی ہے ان سے بچا جا سکے یا ان کے امکانات کم ہو سکیں۔پاکستان بلکہ اردو ادب ہی میں یہ موضوع کافی حد تک نیا ہے لیکن اب اس میں تیزی سے کام ہو رہا ہے۔اس ضمن میں تخلیقی مکالمے کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے تاکہ آگہی کا ایک نیا در وا ہو سکے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

حوالہ جات

۱۔ غالب، میرزا اسد اللہ خاں، دیوانِ غالب، حفیظ گوہر (مرتب)، لاہور: گوہر پبلیکیشنز، س ن، ص ۲۸۵

۲۔ مجید امجد، کلیاتِ مجید امجد، نئی دہلی: فرید بک پوائنٹ، ۲۰۱۱ء، ص ۳۲۶

۳۔ اظہر جاوید، مشمولہ:۔ گلاب کے پھول مجید امجد۔۔۔ شخصیت فن اور منتخب کلام، محمد حیات خاں سیّال (مرتب)، لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۷۸ء ص ۱۴۴

۴۔ غلام محمد قاصر، اک شعر ابھی تک رہتا ہے (کلیاتِ قاصر)، راولپنڈی: ایلیا بکس، ۲۰۰۹ء، ص ۴۱۸

۵۔ صوفیہ یوسف، "حجاب کا ناول پاگل خانہ اور ماحولیاتی تنقید"، مشمولہ:۔ الماس اردو (تحقیقی مجلہ)، والیم ۱۹، شمارہ ۱۰، ۲۰۱۷ء، ص ۹۰

۶۔ انور مسعود، روز بروز، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص ۴۳

۷۔ ساقی فاروقی، سرخ گلاب اور بدر منیر، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۷

۸۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، شام اور سائے، لاہور: جدید ناشرین، ۱۹۶۴ء، ص ۲۰

۹۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، چہک اٹھی لفظوں کی چھاگل، لاہور: مکتبہ فکر و خیال، ۱۹۹۱ء، ص ۲۲۵

۱۰۔ آفتاب اقبال شمیم، گم سندر (کلیات)، نادریافتہ مشمولہ، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۶ء، ص ۳۵۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۰۹

۱۲۔ ذی شان ساحل، ساری نظمیں (کلیات)، کراچی: آج کی کتابیں صدر، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۸۱۔ ۲۸۲

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۵

۱۵۔ ایضاً، ص ۹۱

۱۶۔ نصیر احمد ناصر، پانی میں گم خواب، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۱۱۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۴

۱۸۔ نصیر احمد ناصر، تیسرے قدم کا خمیازہ، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۱۴۸

۱۹۔ نصیر احمد ناصر، ملبے سے ملی ہوئی چیزیں، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۳۹

۲۰۔ نصیر احمد ناصر، عرا بچی سو گیا ہے، لاہور: سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۶۴

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 4, (Oct to Dec 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-IV)urdu-07

ماخذ تحقیقی مجلہ

۲۱۔نصیر احمد ناصر، پانی میں گم خواب،لاہور:سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۲۸

۲۲۔نصیر احمد ناصر، ملبے سے ملی ہوئی چیزیں،لاہور:سانجھ پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص ۲۳

۲۳۔ تبسم کاشمیری، تمثال،لاہور: قوسین، ۱۹۸۴ء، ص ۲۷

۲۴۔کشور ناہید، فتنہ سامانی دل،لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، ص ۱۹۴

۲۵۔جاوید شاہین، عشق تمام،لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۰

۲۶۔امجد اسلام امجد، مجھے اپنے جینے کا حق چاہیے، بحوالہ

ریختہ https://www.rekhta.org/nazms/mujhe-apne-jiine-kaa-haq-chaahiye

۲۷۔اشرف جاوید ملک، کل جب درخت نہ ہوں گے، بحوالہ ریختہ

https://www.rekhta.org/nazms/kal-jab-darakht-na-honge- chidiyaa-ashraf-jawed-malik-nazms?lang=ur

۲۸۔عذرا نقوی، "خواب جنگل"، https://www.rekhta.org/nazms/khvaab-jangal-niind-paalkii-utrii-raat-duur-jangal-men-azra-naqvi-nazms

۲۹۔کوثر صدیقی، "ندی کی فریاد" https://www.rekhta.org/nazms/nadii-kii-fariyaad-kausar-siddiqi-

۳۰۔زہرا نگاہ

https://www.facebook.com/razzak.abro/posts/%D8%B2%D9%85%DB%8C-%DA%BA-%D8%B3%DB%92%D8%B5%D8%B1%D9%81-%D824801864729397174, 16 Oct 2025, 01:04PM.